یہ مسلسل سازشیں

پروفیسر خالد شبیر احمد

بین الاقوامی سطح پر دشمنانِ اسلام پاکستان کے خلاف مسلسل سازشوں میں مصروف ہیں۔ان سازشوں کا مرکزی کردار اسرائیل اور امریکہ کا ہے۔یہ دونوں ممالک دنیا کے کسی بھی خطے پر اسلامی معاشرے کو اپنی بقا کے لیے خطرہ تصور کرتے ہیں اسلامی معاشرہ یا اسلامی ریاست، ان کی شان و شوکت، ان کی عظمت و سطوت، ان کی تہذیب و تمدن، ان کی صنعت و حرفت کے لیے ایک ایسا چیلنج ہے جس کا مقابلہ کرنے کی ان میں ہمت ہی نہیں ہے۔افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کا مقصد بھی یہی تھا اور جو کچھ آج پاکستان میں ہو رہا ہے اس کے پیچھے بھی وہی ہاتھ کارفرما ہیں جنھوں نے عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر میں اپنی سازشوں کے گُل کھلائے اور مسلمانوں کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگین کیے۔یہ سب کچھ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور انکار تو کیا انکار کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

ادھر اس سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ پاکستان کے ہر دور میں صاحب اقتدار لوگ ان سازشیوں کا ایک مؤثر مہرہ رہے ہیں اور جو کچھ پاکستان میں شروع سے لے کر آج تک ہو رہا ہے اس میں ہمارے طالع آزما رہنماؤں نے وہی کردار ادا کیا ہے جو کردار بنگال کے میر جعفر اور دکن کے میر صادق سے منسوب ہو چکا ہے۔جن کے بارے میں علامہ اقبال کہہ گئے ہیں:

جعفر از بنگال ، صادق از دکن
ننگِ قوم ، ننگِ دیں ، ننگِ وطن

کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ پاکستان کا پہلا صدر میر جعفر کی اولاد میں سے تھا، جس کو اسلام اور اسلام کا نام لینے والوں سے اس قدر نفرت تھی کہ اس نے اپنے کتے کا نام مُلاّ رکھا ہوا تھا، جس نے اقتدار کے نشے میں سرشار ہو کر کہا تھا کہ میں پاکستان کے تمام علمائے دین کو چاندی کی کشتی میں بٹھا کر سمندر پار بھجوا دوں گا۔اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والے ہیں اسی شخص کے لیے حالات ایسے ہو گئے کہ اسے سمندری جہاز میں سوار ہو کر سمندر پار جانا پڑا اور مرنے کے بعد دفن کے لیے پاکستان کی سرزمین بھی اسے نصیب نہ ہوئی۔وہ اپنی سسرالی ملک ایران میں دفن ہوا اور سنا ہے کہ اب اس کی قبر پر ایک ''شاپنگ پلازہ'' بن چکا ہے اور اس کی قبر تک دنیا میں موجود نہیں۔یہ سامان عبرت تو ان لوگوں کے لیے ہے جو عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں یا پھر جن کے نصیب میں عبرت ہوتی ہے۔موجود حکمران ٹولہ سو فی صدی اسی روش اور اسی حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ان کی ایسی

ہی حکمت عملیوں سے ملک اب ایک ایسے خطرناک موڑ پر آ چکا ہے جہاں سے لوٹنا مشکل نہیں تو اتنا آسان بھی نہیں ہے:

حالات کے مقتل میں کھڑا سوچ رہا ہوں
احساس کے زخموں سے کہیں مر ہی نہ جاؤں

اس وقت جو ملک کے حالات ہیں، ان پر لکھنے والے سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں کہ کیا لکھیں، کن کے لیے لکھیں، کس طرح لکھیں؟ اور کیوں لکھیں' اک شعور ہے کہ بے چین کیے رکھتا ہے لیکن اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے بے اختیار دل سے آہ نکلتی ہے کہ کہاں سے چلے تھے اور کہاں آن پہنچے ہیں اور کہنا پڑتا ہے ؎

نادیدنی کے دید سے ہوتا ہے خونِ دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیے

غم اور دکھ تو اس بات کا ہے کہ تحریکِ پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک اور قیام پاکستان سے لے کر سقوطِ ڈھاکہ اور اس کے بعد موجودہ حالات تک کیا کیا سازشیں اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کے لیے نہیں کی گئیں اور عوام کو بہلانے کے لیے کیا، کیا کھلونے نہیں دیئے گئے۔ کبھی قرار داد مقاصد کا کھلونا تو کبھی اسلامی مساوات کا کھلونا' کہ پچھلے ساٹھ برسوں میں آئین کی زینت تو بنے لیکن عملی جامہ نہ پہن سکے۔

اگر ہم قیام پاکستان سے آج تک کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو کر ابھرتی ہے کہ جس حکمران نے پاکستان میں امریکہ کی مرضی کے مطابق حکومت کی اس کی دنیا بدل گئی وہ بہادر کہلایا، اتحادی قرار دیا گیا۔ اس کی شان میں دن رات امریکہ اور اس کے حواریوں نے قصیدے پڑھے اور پاکستان کے جس حکمران نے اپنے مرضی سے اس ملک کے لیے کوئی کام سرانجام دیا اسے موت کی نیند سلا دیا گیا۔ لیاقت علی خان کی شہادت، ذوالفقار علی بھٹو اور پھر جنرل ضیاء الحق انھی سازشوں کا شکار ہوئے۔

لیاقت علی خان کی شہادت کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ وہ مسلمان ملکوں کو اایک دوسرے کے قریب لانا چاہتے تھے اور مسلمان ملکوں کے مسائل ایک مشترکہ حکمتِ عملی بنانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ خصوصیت کے ساتھ پاکستان، ایران اور مصر کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک مشترکہ لائحہ عمل ان کے پیش نظر تھا جس کی تفصیل آپ سید نور احمد کی کتاب ''مارشل لا سے مارشل لا تک'' میں پڑھ سکتے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ان کی یہ کوشش اتحاد بین المسلمین کی طرف ایک اہم قدم تھا اور ہمارے خیال کے مطابق قیام پاکستان کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ پاکستان کے ذریعے دین اسلام کے نفاذ اور اتحاد بین المسلمین کی تحریک کا کام لیا جائے۔ یعنی پاکستان مقصد نہیں بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جس نے پاکستان کا تصور پیش کیا اس کے کلام میں اس کی گواہی موجود ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

علامہ اقبال، جمال الدین افغانی کی تحریکِ اتحاد بین المسلمین سے متاثر تھے اور انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے مسلمانوں کو جو سبق دیا ان کا مرکزی نکتہ بھی یہی ہے کہ مسلمان ایک ملک کے حصول کے بعد دنیا کے مسلمانوں کو پرچمِ اسلام تلے جمع کر کے قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کریں اور اگر یہ مقصد پیش نظر نہیں ہے جیسا کہ اب نہیں ہے، تو پھر قیام پاکستان کا بنیادی مقصد ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اسی مقصد کے حصول کو روکنے کے لیے ہمارا ملک نت نئی سازشوں کا شکار ہوتا چلا آرہا ہے۔

اسی مقصد کو ختم کرنے کے لیے ایک نئی سازش ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ ہے۔ جو اس وقت کے پاکستانی حکمران پاکستانیوں کو دے رہے ہیں۔ تاکہ اتحاد بین المسلمین کا تصور پاکستانیوں کے دل و دماغ سے نکال باہر کیا جائے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ جنھوں نے پاکستان کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے، وہی ملک کی نظریاتی حدود پر حملہ آور ہیں۔ اور یہ بھی پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے جس کا مقابلہ کرنا اس وقت پاکستان کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اس سازش کے برگ و بار دن بدن کھل کر ہمارے سامنے آرہے ہیں اور یہ اسی سازش کا نتیجہ ہے کہ عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی ایک وسیع خلیج پیدا کی جارہی ہے۔ تاکہ بوقت ضرورت دونوں ایک دوسرے کی مدد کے سرے سے قابل ہی نہ رہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں عوام اور فوج کا تعاون ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ جدید دور میں جنگ عوام کی مدد سے ہی جیتی جاتی ہے۔

امریکہ کے اربابِ بست و کشاد نے ایسی ہی شاطرانہ چالوں اور سازشوں سے روس جیسی عظیم طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ ستر سال پر محیط سازشوں کا ایک سلسلہ ہے جو روس کو نیچا دکھانے کے لیے امریکہ بروئے کار لایا اور آج انہی سازشوں کی وجہ سے امریکہ پوری دنیا کا بلا شرکت غیرے مالک بنا بیٹھا ہے۔ روس کی امریکہ کی طرف سے مخالفت، سامراجیت اور اشتراکیت کے درمیان معرکہ آرائی تھی اور اس معرکہ آرائی کے آخری حصے کو گورباچوف کے کردار کی وجہ سے نہایت اہمیت حاصل ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امریکن لالی کا ایک اہم کردار تھا۔ روس کا ایٹم بم دھرا رہ گیا اور روس کی فوجیں دیکھتی رہ گئیں، سازش مکمل ہوگئی۔ روس اتنی خاموشی سے ٹوٹ گیا کہ اتنی خاموشی سے شیشے کا گلاس بھی نہیں ٹوٹتا۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہماری صفوں میں بھی کہیں ''گورباچوف'' تو نہیں گھسے ہوئے کہ سازشیں اسی لیے خطرناک ہوتی ہیں کہ ان میں مخلص لوگ بھی ان گہرائیوں تک نہیں پہنچ پاتے جو ملک اور قوم کے لیے انتہائی خطرناک ہوتی ہیں۔

اشتراکیت نواز ریاست کے ساتھ امریکہ کا یہ سلوک ہمیں ضرورت سے زیادہ محتاط رہنے کی تلقین کرتا ہے کہ اسلام تو سامراجیت کے خلاف اشتراکیت سے زیادہ شدید ہے۔ بقول چودھری افضل حقؒ

''اشتراکیت کو اسلام سے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے''

اگر اشتراکیت امریکہ کے لیے قابلِ معافی نہیں تو پھر اسلام کیسے قابلِ معافی ہوسکتا ہے۔ یہ جو کچھ اس وقت

ہمارے ملک میں ہو رہا ہے ان کی غرض و غایت بھی پاکستان کو توڑنے یا پھر اسے اس قدر کمزور کرنا ہے کہ جن مقاصد کے حصول کے لیے یہ معرضِ وجود میں آیا تھا انھیں حاصل کرنے کے قابل نہ رہے۔ آج ملک کا دستور قید ہے۔ عدلیہ قید ہے ایٹم بنانے والا قید ہے، ایٹم بم چلانے والا انتخاب سے باہر ہے، پاکستان کی سرزمین بحرانوں کی سرزمین میں تبدیلی ہو چکی ہے۔ بجلی کا بحران، آٹے کا بحران، پانی کا بحران، چینی کا بحران، سیاسی قیادت بے دست و پا۔ انسان پریشان حال، ہر طرف قتل و غارت، ڈاکہ، رہزنی اور مہنگائی۔ جان، مال، عزت، آبرو کچھ بھی محفوظ نہیں، عدل کرنے والے خود عدل و انصاف کو ترس رہے۔ یہ کیا ہے اور کیوں ہے؟ یہ وہی کچھ ہے جس کا ذکر میں نے اپنے مضمون کی ابتداء میں کر دیا ہے۔

۲۷ر دسمبر کو بے نظیر قتل کر دی گئی، اس کے بعد لاہور میں خود کش حملہ پولیس پر کیا گیا۔ امریکی مداخلت ملکی مسائل میں دن بدن بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ امریکی سنیٹر مسٹر برمین کا یہ بیان قابلِ غور ہے کہ اگر انتخاب صاف اور شفاف نہ ہوئے تو ملک کے تقسیم ہونے کا خطرہ ہے یا پھر امریکی کانگریس اس کے خلاف ایکشن لے گی۔ ان حالات کے باوجود ہمارے صاحب اقتدار لوگ' اقتدار کے نشہ میں مست ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کا نعرہ لگاتے ہوئے ذرا نہیں ہچکچاتے، ان کے خدمت میں گزارش ہے۔ ؎

اونچی اڑان بخت میں ہوتی نہیں سدا
قدموں کو رکھ زمین پہ تُو دل کو اپنے تھام

امیر شریعت ؒ کا قول ہے کہ

''حقیقتیں تسلیم کر لینی چاہئیں کہ اس سے انسان کو راحت نصیب ہوتی ہے۔''

ان تمام مسائل اور ان تمام سازشوں کا سدِ باب صرف اس بات میں ہے کہ ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ شریعتِ محمدی کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والے اب ایک طاقت ہیں۔ ان کے طریق کار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے مطالبے سے اختلاف تو سرے سے ممکن ہی نہیں کہ اس کا اعلان دستور میں موجود ہے اور طاقت کو طاقت کے ذریعے کچلنے کی بجائے انھیں مذاکرات کی میز پر بلا کر ان سے بات چیت کا آغاز ہونا چاہیے۔ اگر یہ شریعتِ محمدی کے نفاذ والی طاقت' طاقت کے ذریعے کچلی جا سکتی تو اب تک ختم ہو کے رہ جاتی۔ جو کام آپ آٹھ برسوں میں نہیں کر سکے وہ آئندہ کیسے ممکن ہے؟ لہٰذا ان سے مفاہمت اور مذاکرات ہی ایک واحد ذریعہ ہے جس سے ہم ان سازشوں سے بھی گلو خلاصی کر سکتے ہیں اور نفاذ دین کے وعدے کو بھی پورا کر سکتے ہیں۔ جو وعدہ آپ قیام پاکستان سے پہلے پاک و ہند کے مسلمانوں سے کیا تھا۔ ؎

جس صبح کا وعدہ تھا اس دیس کے لوگوں سے
اے کاش کبھی خالدؔ وہ بھی تو سحر آئے

(۱۴ر جنوری ۲۰۰۸ء)